(بریلوی قدس سرہ العزیز)

یادِ اعلیٰ حضرت

تالیف: محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی

مکتبہ قادریہ
جامعہ نظامیہ رضویہ لوہاری منڈی لاہور

یادِ اعلیٰ حضرت

(بریلوی قدس سرہ العزیز)

محمد عبد الحکیم شرف قادری نقشبندی

مع رسالہ مبارکہ

فَضلُ العِلمِ وَالعُلماء

از افادات امام المتکلمین رئیس المدققین مولانا نقی علی خاں والد ماجد اعلیحضرت بریلوی قدس سرھما

مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور

۱۵/۰۰

کتاب ______ یادِ اعلیٰ حضرت
تصنیف ______ محمد عبد الحکیم شرف قادری نقشبندی
ناشر ______ حافظ نثار احمد
مطبع ______
سن اشاعت ______ ۱۴۱۴ھ / ۱۹۹۳ء
______ [illegible] روپے

ملنے کا پتہ:

: مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لوہاری گیٹ لاہور (۸)

منقبت

بحضورِ اعلیٰحضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ

نتیجۂ فکر

حسانِ پاکستان جناب محمد اعظم صاحب چشتی مدظلہٗ

پرتوِ نورِ ازل ہے روئے تابانِ رضا!
سایۂ جنت ہے زلفِ عنبر افشانِ رضا

رو کشِ مشکِ ختن ہے بوئے بستانِ رضا
رشکِ طوبےٰ ہے ہر اک نخلِ گلستانِ رضا

علم و حکمت کو کیا جس نے شناسائے جنوں
ہے وہ فیضانِ رضا واللہ فیضانِ رضا

راہ پاتے ہیں یہیں سے رہروانِ کوئے دوست
جا کے ملتی ہے حرم سے کوئے ایوانِ رضا

دشت بھی سیراب کر ڈالے ترے فیضان نے
میرے دل پر بھی برس اے ابرِ بارانِ رضا

میں اٹھوں گا حشر میں بھی ان کے مداحوں کے ساتھ
مر کے بھی ہاتھوں سے چھوٹے گا نہ دامانِ رضا

اک جہاں ہے انکے الطافِ کرم سے مستفیض
ایک اعظم ہی نہیں ممنونِ احسانِ رضا!

مناسب رہے گا۔

ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرزند ارجمند کی ولادت کی خبر دیتے ہوئے عریضے میں تاریخی نام تجویز کرنے کے لئے گذارش کی۔ آپ حجامت بنوا رہے تھے۔ سید ایوب علی صاحب رضوی سے فرمایا۔ نام تو مختار الدین ۱۳۴۶ھ ہونا چاہیئے، اور دیکھئے تو شاہ صاحب! شاید تاریخ ہو گئی ہو۔ شاہ صاحب نے حساب لگایا تو ۱۳۴۶ بنے، یہی سن ولادت تھا۔

اللہ تعالیٰ کے جس نام کے عدد آدمی کے نام کے عدد کے برابر ہوں۔ وہ اس کے لئے اسم اعظم کی تاثیر رکھتا ہے۔ ایک موقعے پر آپ نے حاضرین میں سے ہر شخص کے اسم اعظم کا بیان فرمایا۔ لیکن سید قناعت علی صاحب کا اسم اعظم بیان نہیں فرمایا۔ ادھر عصر کی اذان ہو گئی۔ پھر تکبیر ہو گئی اور آپ مصلے پر تشریف لے گئے۔ سید قناعت علی صاحب کو مایوسی ہوئی، کہ میرے نام کا اسم اعظم آپ نے بیان نہیں فرمایا۔ یہ میری محرومیت کا پہلا دن ہے۔ آپ نے ان کے اس خیال پر آگاہی پاکر فرمایا۔ سید صاحب آپ کے لئے اسم اعظم یا خالق یا اللہ ہے۔ اس واقعے سے جس طرح تاریخ گوئی کی معراج کا جلوہ نظر آتا ہے اسطرح سے آپکی فراست کاملہ کی جھلک بھی دیکھی جا سکتی ہے۔

فتوےٰ نویسی

فن افتاء تو آپ کو وراثت میں ملا تھا۔ آپ کے والد ماجد اور جد امجد متبحر فاضل اور صاحب فتویٰ عالم تھے۔ آپ کی پرورش ہی ایسے ماحول میں ہوئی۔ جہاں علم وفضل کا دور دورہ تھا۔ ہر طرف قال اللہ وقال الرسول کا چرچا تھا آپ نے سب سے پہلے ۸ سال کی عمر میں وراثت کا مسئلہ تحریر فرمایا۔ آپ کے والد ماجد کی نظر اس پر پڑ گئی تو انہوں نے فرمایا: کہ انہیں ابھی نہ لکھنا چاہیئے۔ مگر ایسا مسئلہ کوئی بڑا لکھ کر دکھائے تو جانیں۔

پورے چودہ سال کی مختصری عمر میں تو فتوے نویسی آپ کے سپرد ہی کر دی گئی۔ جسے آپ نے پورے شغف سے تادم زیست انجام دیا۔ آپ کی ذات گرامی اطراف واکناف کے لوگوں کے لئے ملجا وماویٰ تھی بعض اوقات سینکڑوں استفتاء جمع ہو جاتے مگر آپ

باقاعدہ ہر ایک کو جواب دیتے اور کسی کو محروم نہ فرماتے۔ کیا مجال کہ کسی کو خط کا جواب نہ دیا جائے یا کسی کے بھیجے ہوئے ٹکٹ ضائع ہو جائیں۔

حضرت استاذ العلماء، قدوۃ الفضلاء سید ابوالبرکات صاحب شیخ الحدیث مرکزی حزب الاحناف لاہور فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ کسی نے آپ کی خدمت میں تحریر کیا کہ میں نے ٹکٹ بھیجے تھے، مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہ کہیں ضائع ہو گئے ہیں۔ اعلیٰحضرت نے انہیں واپسی جواب دیا کہ آپ ان ٹکٹوں کی قیمت لکھیں، آپ کو اس قیمت کے ٹکٹ ارسال کر دیئے جائیں گے۔ اس کے بعد آپ لیٹر بکس کی چابی اپنے پاس رکھتے اور اپنے سامنے لیٹر بکس کھلواتے مبادا کسی کے ٹکٹ یا خط ضائع ہو جائیں۔

آپ کا حافظہ حیرت انگیز حد تک قوی تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ فرض منصبی کی لگن کا احساس اسقدر غالب تھا کہ اپنی صحت تک کا خیال نہ فرماتے۔ ایک دفعہ آپ کی طبیعت ناساز تھی۔ ڈاکٹروں نے تحریر، ملنے جلنے اور گفتگو سے منع کر رکھا تھا۔ اس لئے آپ شہر سے باہر ایک کوٹھی میں قیام پذیر تھے۔ ایک روز تیس خطوط آئے۔ مغرب کے بعد آپ نے خطوط سننے شروع کر دیئے اور بیک وقت چار حضرات کو ان کے جوابات لکھوانا شروع کر دیئے۔ ہر ایک کو ایک ایک فقرہ بتا دیتے۔ وہ لکھنے لگ جاتے۔ لکھ لیتے تو اسی ترتیب سے ہر ایک کو اس سے اگلا فقرہ بتا دیتے۔ اسطرح تمام خطوط کے جواب لکھوا دیئے۔ یعنی ڈاکٹروں کے منع کرنے پر آپ صرف اس بات پر تیار ہو گئے تھے کہ رات کو اپنے ہاتھ سے نہ لکھتے، بلکہ صرف سنکر جواب لکھوا دیتے۔ فقط دن کو اپنے ہاتھ سے لکھتے مگر اشہب قلم اس تیزی سے چلتا کہ کئی آدمی آپ کی تحریر نقل کرنے لگتے تو آپ کے ایک دن کے لکھے ہوئے کی نقل نہ کر پاتے۔

مشہور مقولہ ہے کہ "لکل عالم ھفوۃ" تقریباً ہر عالم کی کوئی نہ کوئی لغزش ضرور ہوتی ہے۔ محدث کچھوچھوی فرماتے ہیں کہ ہمیں اور عرب وعجم کے تمام علماء کو اعتراف ہے کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، بحر العلوم مولانا عبد العلی لکھنوی یا پھر اعلیٰحضرت کی زبان وقلم

ا؎ مقالات یوم رضا ص۳۵ ۱۲ ۲؎ مقالات یوم رضا ص۳۶ ۱۲

کا یہ حال دیکھا کہ مولا تعالےٰ نے اپنے فضل وکرم سے انکی حفاظت فرمائی، اور زبان وقلم کو لغظر برابر لغزش تک سے محفوظ رکھا۔ ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ۔ اس عنوان پر غور کرنا ہو تو فتاویٰ رضویہ کا گہرا مطالعہ کر ڈالیے۔

مناظرہ

استاذ العلماء، مرجع الفضلاء، ملک المدرسین مولانا عطا محمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں کہ اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کے علمی دبدبہ اور رعب کا یہ حال تھا کہ باوجود کوشش بسیار کے ذریت اسمٰعیل کے کسی فرزند کو مناظرہ کی توفیق نہ ہوئی اور تاریخ و مقام مناظرہ متعین ہونے کے باوجود اعلیٰحضرت نے وقت اور مکان کی پوری پابندی کی د سجادگان نقل وشبیہ یا وہاں نہ گئے اور یا جاکر راہ فرار اختیار کی۔ حالانکہ اعلیٰحضرت کے وصال کے بعد بیسیوں مناظرے معرض وجود میں آئے ۔۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیاہ نگان قتیل کے چھکے اس شیر نر سے کانپتے تھے (تقریظ بر توضیح البیان ص۱۲)

آخر اس بحر ناپیدا کنار کے مقابلے میں آنے اور علم وجلال کے پہاڑ سے ٹکر لینے کی کون ہمت کر سکتا تھا۔ اعلیٰحضرت اسے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے فیض نظر کا نتیجہ قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

رفعتا کے سامنے کی تاب کس میں ہے
فلک وار اس پہ تیرا ظل ہے یا غوث

ماہ جمادی الاخریٰ سنہ ۱۳۱۸ھ میں بدایوں بریلی سنبھل رامپور وغیرہ کے تفضیلی شیعہ نے مسئلہ تفضیل پر اعلیٰحضرت سے مناظرے کا اعلان کر دیا۔ ان کی سازش یہ تھی، کہ ان دنوں آپ کی طبیعت علیل ہے، آپ منضج استعمال کر رہے ہیں۔ جب مسہل کا دن آئے گا تو اس سے ایک دن پہلے ہم مناظرے کی دعوت دے دیں گے۔ اول تو آپ خود ہی مسہل کی وجہ سے انکار کر دیں گے، اور اگر تیار ہوئے بھی تو طبیب صاحب جو کہ در اصل رافضی تھے۔ منافقت اور تقیہ سے کام لیکر آپ کا علاج کر رہے تھے، علالت کے پیش نظر مناظرے سے منع کر دیں گے۔

مگر جسے اللہ تعالےٰ سربلندی ورفعت عطا فرمائے اسے کون نیچا دکھا سکتا ہے۔

چنانچہ جب اعلیٰحضرت کو مناظرے کی اطلاع پہنچی۔ تو آپ فوراً تیار ہو گئے۔ طبیب صاحب

نے لاکھ منع کیا۔ مگر آپ نے ان کی ایک نہ سنی، اور فرمایا مجھے مناظرہ کرتے ہوئے مرجانا منظور ہے لیکن مناظرے سے انکار کرکے بچنا مقصود نہیں۔ اسی حالت میں تیس سوال لکھ کر سرگروہ جماعت کے پاس بھیج دیئے۔ مولانا رحمان علی صاحب فرماتے ہیں :

"بمجرد معائنۂ اسولۂ مذکورہ سرگروہ مناظرین بسوار ے عجلہ دخانی بعجلت تمام جانب وطن تشریف فرماشدند و دیگر معاونین شاں بزاویۂ من سکت سلم پناہ بردند "

مناظرین کے قائد نے محض سوالات دیکھ کر اکمال دیانت داری سے کہا کہ ان سوالات کے جوابات کوئی شخص تفضیلی عقائد رکھتے ہوئے نہیں دے سکتا ۔ (حیات اعلیٰحضرت)، جلدی جلدی گاڑی پر بیٹھے اور اپنے وطن روانہ ہو گئے، اور ان کے معاونین نے خاموشی کے گوشے میں پناہ لی۔

چنانچہ اس واقعے کی تفصیل رسالہ فتح خیبر (سنہ ۱۳۰۰) میں اسی زمانے میں طبع ہو گئی تھی۔ ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری فرماتے ہیں : "کہ اسکے بعد مولوی محمد حسن صاحب سنبھلی نے شرح عقائد پر حاشیہ نظم الفرائد لکھا۔ جس میں انہوں نے اہل سنت وجماعت کے عقائد کا اظہار کیا۔ اعلیٰحضرت نے ان رافضیوں کو پھر کئی دفعہ دعوت مناظرہ دی مگر ادھر سے کوئی صدا نہ اٹھی۔"

شعر وشاعری

باوجود اسکے کہ آپ جملہ علوم دینیہ کے علاوہ جفر، نجوم، ریاضی اور تکسیر وغیرہ علوم وفنون میں نادر روزگار تھے۔ آپ کو اگر منبع العلوم اور مخزن الفنون کہا جائے تو یقیناً درست ہوگا۔ اسکے باوجود آپ زاہد خشک نہ تھے، بلکہ بعض اوقات شعر بھی کہتے۔ شعر گوئی آپ کا مشغلہ نہ تھا، اور نہ ہی اس کے لئے کوئی تیاری وغیرہ کرتے بلکہ جب کبھی مدینہ طیبہ یا بغداد شریف کے شوق کا دریا موجزن ہوتا۔ تو بے ساختہ محبت والفت کے جذبات شعروں کے سانچے میں ڈھل کر زبان پر آجاتے۔ چونکہ آپ کی طبیعت میں علم وفضل کی طرف بہت میلان تھا۔ اس لئے علمی اصطلاحات اور دقائق بے تکلف استعمال فرما جاتے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے کلام کا اکثر حصہ علماء ہی سمجھ سکتے ہیں، عوام کی پہنچ سے باہر ہے۔ چنانچہ حضور غوث پاک رضی